عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۴۲ | ۱۵تا۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۲۳ء | شمارہ:۳۳

تحریک ختم نبوت
پس منظر

7 ستمبر
عالم اسلام کا عظیم دن

دردمندانہ پیغام

7 ستمبر
یوم تحفظ ختم نبوت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

ڈیوٹی کے دوران قرآن کریم کی تلاوت

س:...... میں ایک سرکاری اسکول میں استاد ہوں، چونکہ میں حافظ قرآن ہوں، اس لئے بچوں کو پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنا دو، تین پارے گردان بھی کرتا ہوں، کوشش کرتا ہوں کہ بچوں کا وقت بھی ضائع نہ ہو اور میرا وقت بھی ضائع نہ ہو۔ کیا میرے لئے سرکاری ڈیوٹی کے دوران ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر اس سے بچوں کی تعلیم میں کوئی حرج نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، مگر تلاوت کرتے ہوئے آپ کی توجہ بچوں کی طرف ہوگی یا قرآن کریم کی طرف؟ اگر قرآن کریم کی طرف توجہ رکھیں گے تو بچوں کی طرف سے بے فکر ہو جائیں گے اور اگر بچوں کی طرف توجہ کریں گے تو قرآن کریم کی تلاوت بے توجہ سے ہوگی جو کہ ٹھیک نہیں، اس لئے بہتر ہے کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ڈیوٹی کے علاوہ کوئی دوسرا وقت متعین کریں تا کہ سکون و اطمینان اور توجہ سے تلاوت قرآن کریم ہو سکے۔

ورثہ میں بہنوں کی حق تلفی نہ کریں

س:...... ایک شخص فوت ہو گیا، مرحوم کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ مرحوم نے جائیداد میں باغ، زمین، دکانیں، گھر، ورثہ میں چھوڑا، بعد وفات بیٹوں نے اپنی بہنوں (مرحوم کی بیٹیوں) کو بلایا اور ان سے کہا کہ وراثت میں سے آپ کا جتنا حق شرعاً بنتا ہے اپنا حق لے جائیں، ان تینوں بیٹیوں نے اس وقت لینے سے انکار کر دیا، دونوں بھائیوں نے سختی سے اور برضا و رغبت عرض کیا کہ اپنا حق لے جائیں، لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ دونوں بھائیوں نے اس وقت شریعت مطہرہ کے مطابق ان کا جتنا حق بنتا ہے واضح نہیں کیا تھا بلکہ صرف زبانی ان سے عرض کیا تھا، دونوں بھائی اب بھی اکٹھے رہتے ہیں، بڑے بھائی کی اولاد عاقل بالغ ہے۔

حضرت مفتی صاحب! دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت میں اس طرح کی زبانی بخشش معتبر بھی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بڑے بیٹے کی بالغ اولاد کے لئے شرعاً و ادباً کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کا خرچہ، کھانا پینا، بجلی، گیس، الغرض! تمام اخراجات بڑا بیٹا برداشت کرتا ہے۔

ج:...... مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو شرعاً سات حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے دو دو حصے ہر ایک بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ مرحوم کے بیٹوں کا اپنی بہنوں کو ان کا حصہ بتائے بغیر محض زبانی جمع خرچ کے ذریعے معاف کروانے سے ان کا حصہ معاف نہیں ہوا، لہٰذا ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ انہیں ورثہ میں ان کا پورا پورا حصہ ادا کریں۔ مرحوم کے بھائی اگر جائیداد میں شریک تھے تو ان کا جو حصہ بنتا ہے، الگ کر کے باقی ورثہ کو تمام ورثاء کے حصوں کے مطابق تقسیم کریں، ورثہ میں سے تقسیم اور حساب کتاب کے بغیر محض اندازے سے کسی کے لئے بھی اخراجات اور تصرف کرنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

جلد:۴۲ ۱۵ تا ۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۲۳ء شمارہ:۳۳

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبد اللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

۷ ستمبر..... یومِ تحفظ ختم نبوت	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
۷ ستمبر ۱۹۷۴ء..... عالم اسلام کا عظیم دن	۷	علامہ امداد الحسن نعمانی
تحاریکِ ختم نبوت..... پس منظر	۹	حافظ محمد زاہد
قادیانی عقائد پر ایک نظر!	۱۵	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
پارلیمنٹ اور اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے	۱۹	جناب محمد متین خالد صاحب
فتنۂ قادیانیت.... عقائد و نظریات (۲)	۲۳	انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی
دردمندانہ پیغام	۲۷	مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۷ فصل:.... ۹ھ کے غزوات

غزوۂ تبوک:

ا:... اس سال رجب میں غزوۂ تبوک ہوا، جسے ’’غزوۃ العسرۃ‘‘، ’’ساعۃ العسرۃ‘‘ اور ’’الفاضحہ‘‘ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس غزوہ کے سلسلے میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے منافقین کی قلعی کھل گئی تھی، یہ سب سے آخری غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔

تبوک:..... مدینہ سے شام کی جانب ایک جگہ ہے، مدینہ سے اس کا فاصلہ چودہ مرحلے اور دمشق سے گیارہ مرحلے ہے، غزوۂ تبوک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی جمعرات کو ہوئی، شامیؒ لکھتے ہیں:

’’یہ غزوہ رجب ۹ھ میں اور بالاتفاق حجۃ الوداع سے پہلے ہوا، صحیح بخاری میں اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا گیا ہے، یہ ناسخین کا سہوِ قلم ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ وہ طائف سے چھ مہینے بعد ہوا یہ اس قول کے کہ رجب میں ہوا، منافی نہیں، جبکہ کسر کو حذف کر دیا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہو کر ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے تھے۔‘‘

غزوۂ تبوک نہایت تنگی کے دور میں ہوا، شدید گرمی کا موسم تھا، تمام علاقوں میں خشک سالی اور قحط تھا، کھجور کا پھل تیار تھا، لوگ سائے اور پھلوں میں رہنا چاہتے تھے، ادھر توشۂ سفر کی قلت، سواریوں کی کمی، دُشمن کی قوّت وکثرت اور طویل بیابانی مسافت، کیونکہ چودہ مرحلے صرف جانے کا سفر تھا اور اتنا ہی آنے کا، اور یہ جگہ چالیس میل کے صحرائے شام میں واقع تھی جس میں نہ درخت، نہ سایہ، نہ پانی۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے یہ سفر بے حد تکلیف دہ تھا، اور سفر کے لئے طبیعت آمادہ نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دِل مضبوط کر دیئے، چنانچہ جو جاسکتے تھے ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، سوائے منافقوں کے، اور سوائے ان تین حضرات کے جن کا تذکرہ واقعات کے باب میں مفصل آئے گا، البتہ سات یا سات سے زیادہ ایسے لوگ ضرور رہ گئے تھے جنھیں سفر کی اِستطاعت نہیں تھی اور وہ وسائل سے محروم تھے، اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس ارشاد میں انہی کا ذکر فرمایا ہے:

’’تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔‘‘ (التوبہ:۹۲)

ترجمہ:.... ’’وہ اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اس غم میں کہ (افسوس) انہیں خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہیں۔‘‘ (بیان القرآن، بتغییر یسیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی، اور ایک قول کے مطابق ستر ہزار، دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ تیس ہزار اُصول واکابر ہوں گے، اور ستر ہزار خدام اور اَتباع کے سمیت، غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی اسی سال شعبان یا رمضان میں ہوئی۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

۷؍ستمبر......یومِ تحفظِ ختمِ نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری نور اللہ مرقدہ نے ۷؍ستمبر ۲۰۰۷ء کے موقع پر ہفت روزہ ختم نبوت کے اداریہ کے طور پر یہ تحریر رقم فرمائی تھی، جس میں ’’تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے تاریخی حقائق‘‘ پر روشنی ڈالی گئی تھی، افادۂ عام کی خاطر اسے دوبارہ شائع کر کے نذر قارئین کیا جارہا ہے۔

’’بلاشبہ چودھویں صدی کا سب سے بدترین اور غلیظ فتنہ‘ فتنۂ قادیانیت تھا‘ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی استعمار اور انگریز کی چھتری کے سائے میں دعویٰ نبوت کیا تھا‘ اس لئے وہ اور اس کے ماننے والے مست ہاتھی کی طرح کسی کو خاطر میں لانے کے روادار نہ تھے۔

یہ ان کی غلط فہمی تھی کہ وہ جو کہیں گے یا کریں گے‘ ان کی زبان اور ہاتھ کو روکنے کی کسی کو جرأت نہ ہوگی‘ چنانچہ قادیانیت کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے! تو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے لے کر اس کی موت اور اس کے بعد حکیم نورالدین اور مرزا بشیر الدین محمود کے دور تک وہ کسی وائسرائے سے کم نظر نہیں آتے‘ ان کے تحکم و تعلّی آمیز دعوؤں سے ایسا لگتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ناکوں چنے چبوائیں گے۔

ان کی اس فرعونیت کا کرشمہ تھا کہ ۱۹۵۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا کہ ہم پورے پاکستان کو نہیں تو کم از کم صوبہ بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ بنا کر رہیں گے۔

چنانچہ جب مرزا بشیر الدین نے یہ راگ الاپا تو امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور جاں نثاران ختم نبوت نے سر پر کفن باندھ کر غداران ختم نبوت کے خلاف میدان سنبھال لیا اور اعلان کیا کہ ہمارے جیتے جی قادیانیت کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

دوسری جانب قادیانی سورما اپنے آقاؤں کی تائید و حمایت سے جارحیت پر اتر آئے‘ حکومت پاکستان اور وقت کے حکمران خواجہ ناظم الدین نے کھل کر قادیانیوں کی سرپرستی اور مسلمانوں کی مخالفت کی‘ ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں کی اس مبنی برحق تحریک کو دبانے کے لئے حکومت نے مظالم کی انتہا کردی‘ صرف لاہور میں دس ہزار مخلصین نے جامِ شہادت نوش کیا‘ اگرچہ وقتی طور پر یہ تحریک دب گئی‘ مگر مسلمانوں کے پاک اور پاکیزہ لہو کے انتقام نے ان تمام سورماؤں کے اقتدار کا دھڑن تختہ کردیا اور ایسے ظالم ایک ایک کرکے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

اس تحریک کے وقتی طور پر دب جانے سے قادیانیوں کے دماغ خراب ہوگئے اور انہوں نے ۱۹۷۴ء میں ربوہ اسٹیشن پر نشتر کالج کے طلبہ کی بوگی پر حملہ کرکے نہتے اور معصوم طلبہ کو ’’ختم نبوت زندہ باد‘‘ کے نعرہ کا ’’مزہ چکھانے‘‘ کی غرض سے جب ان کو لہولہان کیا تو قدرت نے ان کے غرور کو خاک میں ملانے اور مسلمانوں کی ۹۰ سالہ جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کا فیصلہ فرمالیا‘ یوں پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف بے زاری اور نفرت کی فضا پیدا ہوگئی اور ملک بھر سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے‘ ان کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا تدارک کیا جائے۔

چنانچہ یہ ہر مسلمان کی آواز اور مطالبہ تھا‘ دوسری جانب قادیانی ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں بھٹو حکومت کے حلیف تھے‘ بلاشبہ یہ جہاں مسلمانوں کے لئے مشکل کی گھڑی تھی وہاں بھٹو حکومت کے لئے دوہرا عذاب تھا‘ ایک طرف پوری قوم کا مطالبہ اور آواز تھی اور دوسری طرف اس کی حلیف جماعت کا معاملہ تھا‘ اپنے طور پر بھٹو نے بھی خواجہ ناظم الدین کی طرح اس تحریک کو دبانے کی بھرپور کوشش کی‘ مگر چونکہ آسمان پر قادیانیت کی ذلت کا فیصلہ ہو چکا تھا اور تقدیر کا قلم چل چکا تھا‘ اس لئے بھٹو حکومت کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو مجبوراً بھٹو صاحب نے قومی اسمبلی کو عدالت کا درجہ دے کر اس مسئلہ کا فیصلہ اسمبلی کے حوالہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ اسمبلی میں زیادہ تر لوگ اس کے ہم خیال ہیں‘ اس لئے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ نہیں ہوگا‘ مگر بھٹو صاحب کا یہ خواب شرمندہ نہ ہو سکا اور مسلسل ۱۳ دن جرح کے بعد ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو متفقہ طور پر طے پایا کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں‘ چنانچہ قانون میں ترمیم کر کے قرار دیا گیا کہ:

’’ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج ذیل اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے‘

لہٰذا بذریعہ ہٰذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

☆......مختصر عنوان اور آغاز نفاذ: (۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا‘ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا‘

☆......آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

☆......آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم:

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (۳) جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔‘‘

بلاشبہ ۷/ستمبر کا دن جہاں شہدائے ختم نبوت اور جاں نثارانِ ختم نبوت کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے‘ وہاں مسلمانوں کی ۹۰ سالہ جدوجہد کی تاریخ ساز کامیابی کی سرخروئی کا دن بھی ہے‘ اسی طرح ۷/ستمبر دراصل قادیانیت کی ۹۰ سالہ ظلم وستم کی سیاہ رات کے خاتمہ کی روشن صبح ہے‘ جس پر جتنی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

اس کے علاوہ ہماری وہ نسلیں جو ۱۹۵۳ء‘ ۱۹۷۴ء‘ ۱۹۸۴ء کے وقت تھیں‘ اب قریباً عملی طور پر دست کش ہیں‘ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی نسلوں اور خصوصاً نوجوانوں کو مسئلہ قادیانیت‘ قادیانی مظالم اور مسلمانوں کی جدوجہد سے آگاہ کریں اور بتلائیں کہ ان آستین کے سانپوں سے ہوشیار رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اور تمہاری نسلوں کو ڈس لیں۔‘‘

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی یکم تا ۱۰/ستمبر ’’عشرۂ ختم نبوت‘‘ کے عنوان سے پروگرام منعقد کئے جا رہے ہیں، جس کے تحت ملک بھر کے بڑے شہروں اور کراچی میں دوسرے پروگراموں کے علاوہ کراچی کے پانچ اضلاع میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں تاکہ آئندہ نسلیں اپنے ایمان اور عقیدہ کے تحفظ کے لئے اپنے اکابر کی طرح بیدار اور ہوشیار رہیں اور قادیانی فتنے کے مکمل خاتمے تک یہ تحریک جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے تادم حیات قبول فرمائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

7 ستمبر 1974ء

عالم اسلام کا عظیم دن

علامہ امدادُالحسن نعمانی، بریڈفورڈ

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی نوے سالہ طویل کوششوں اور تاریخ ساز جدو جہد کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔جس طرح یوم دفاع چھ ستمبر کو پاکستان کی بہادر افواج نے وطن عزیز کی جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ کیا، اسی طرح سات ستمبر کا دن بھی ملک کی تاریخ کا اہم ترین بلکہ عظیم ترین دن ہے، یہ دن صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے انتہائی تاریخی اہمیت کا حامل دن ہے، اس دن نبیٔ رحمت حضور اقدس ﷺ کی ناموس رسالت وختم نبوت کا تحفظ ہوا۔اس دن آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس، عظمت و بزرگی اور ختم المرسلین کا جھنڈا بلند ہوا۔ اس دن آپ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ذلیل و خوار ہوئے ،آپ کی ختم نبوت کو چوری کرنے والے دُنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہوئے ، حضور اکرم ﷺ کے تاج ختم نبوت کو چھیننے والے خائب وخاسر ہوئے ،اس دن پاکستان کی پارلیمنٹ اور پوری مسلمان قوم نے مل کر منکرین ختم نبوت کو جسد ملت اسلامیہ سے کاٹ کر علیحدہ کردیا اور انہیں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا،اس پر صرف پوری پاکستانی قوم نے ہی نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا، کیوں کہ منکرین ختم نبوت نے پوری امت مسلمہ کو بے چین اور مضطرب کیا ہوا تھا۔اس تاریخی اور عظمت کے حامل دن کو تو چاہئے تھا کہ پوری قوم ملکی اور سرکاری سطح پر مناتی، اس کے لیے مجالس منعقد کی جاتیں، پروگرام ہوتے،شکرانے کے نوافل ادا کئے جاتے اور آئندہ کے لیے اس فتنے اور اس طرح کے دیگر فتنوں سے تحفظ کی دعائیں بھی مانگی جاتیں اوران سے بچنے ،خصوصاً نئی نسل کو اِن سے بچانے اور محفوظ رکھنے کی تدابیر سوچی جاتیں اور اس کے مطابق عملی اقدامات کئے جاتے، زندہ قومیں اس طرح کے تاریخ ساز اور تابناک ایام ولمحات کو نہ صرف یادرکھتی ہیں، بلکہ زندہ بھی رکھتی ہیں، مگر یہ دن آتا ہے اور گزر جاتا ہے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کتنا اہم اور عظیم دن گزر گیا۔ یہ ہماری اجتماعی اور قومی بے حسی کی علامت ہے۔7ستمبر 1974ء کو پاکستان کی آئین ساز قومی اسمبلی میں آئین میں ترمیم کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت کی حیثیت کا تعین کیا اور متفقہ طور پر آئین میں ترمیم کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ فیصلہ یوں ہی بیٹھے بٹھائے نہیں کردیا گیا، بلکہ مکمل غوروخوض اور بحث ومباحثہ،سوال و جواب کے بعد ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد کیا گیا، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ 29 مئی 1974ء کو ربوہ اسٹیشن پر منکرین ختم نبوت کے گماشتوں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کو زدوکوب کیا، جس کے نتیجے میں پورے ملک میں ایسی جاندار منظم مگر پُرامن تحریک چلی کہ اس سے پہلے اس کی مثال دیکھنے میں نہیں ملتی۔ پوری قوم کراچی سے لے کر شمالی علاقہ جات تک، بولان سے درہ خیبر تک متحد تھی اور یک آواز تھی پوری قوم کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔اس تحریک کے نتیجے میں حکومت مجبور ہوئی اور اس نے قومی اسمبلی کے تمام امور روک کر اسے ایک خصوصی کمیٹی

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

کا درجہ دیتے ہوئے یہ مسئلہ اس کے سپرد کیا کہ اس پر مکمل غور وخوض کے بعد یہ کمیٹی اپنی سفارشات پیش کرے۔قومی اسمبلی میں منکرین ختم نبوت کے مسئلے پر بحث شروع ہوئی، منکرین ختم نبوت کے دونوں گروپوں نے اپنی خواہش اور درخواست پر اپنے محضر نامے قومی اسمبلی میں علیحدہ علیحدہ پیش کیے، ان کے جواب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے اپنا تفصیلی موقف پیش کیا۔منکرین ختم نبوت کے دونوں گروپوں کے محضر نامے کا شق وار جواب دینے کی سعادت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے حصے میں آئی اور انہوں نے علیحدہ علیحدہ مستقل دونوں محضر ناموں کے جوابات تحریری طور پر اسمبلی میں پیش کیے۔منکرین ختم نبوت نے صرف تحریری طور پر ہی اپنا موقف پیش نہیں کیا، بلکہ انہیں زبانی بھی اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا گیا،5 سے 10 اگست اور 20 سے 24/اگست تک کل گیارہ روز اس پر جرح ہوئی۔گواہوں پر جرح اور ان سے سوالات کے لیے اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کو متعین کیا گیا، انہوں نے پوری قومی اسمبلی کی اس سلسلے میں معاونت کی اور بڑی محنت و جاں فشانی سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔قومی اسمبلی کے ممبران اپنے سوالات لکھ کر اٹارنی جنرل صاحب کو دیتے اور وہ سوالات کرتے تھے، اس سلسلے میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود احمد، مولانا ظفر احمد انصاری اور دیگر حضرات نے اٹارنی جنرل کی معاونت کی۔ بالآخر پوری جرح، بیانات اور غور و خوض کے بعد قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی نے اپنی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کی۔ وزیر اعظم پہلے ہی فیصلے کے لیے 7 ستمبر کی تاریخ طے کر چکے تھے، چنانچہ 7 ستمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا، جس میں خصوصی کمیٹی کی سفارشات پیش کی گئیں اور آئین میں ترمیمی بل پیش کیا گیا۔ وزیر قانون نے اس پر مختصر روشنی ڈالی، اس کے بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے تقریر کی۔تقریر کے بعد بل کی خواندگی کا مرحلہ شروع ہوا اور وزیر قانون نے بل منظوری کے لیے ایوان کے سامنے پیش کر دیا، تاکہ ہر رکن قومی اسمبلی اس پر تائید یا مخالفت میں رائے دے۔رائے شماری کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے پانچ بج کر باون منٹ پر اعلان کیا کہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے ہیں، جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا، اس طرح قومی اسمبلی میں یہ آئینی ترمیمی بل اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ایک بات ذہن میں رہے کہ بڑے زور و شور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کسی پارلیمنٹ یا قومی اسمبلی کو کیا حق ہے کہ وہ کسی کے اسلام اور کفر کا فیصلہ کرے، یہ کہنا بالکل درست ہے، لیکن یہاں قومی اسمبلی نے انہیں کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی کوئی شخص کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر سکتا ہے، اسلام و کفر کا فیصلہ اس کے نظریات اور عقائد کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ آیا یہ شخص اسلام کے مسلمہ اصولوں اور بنیادی عقائد کو مانتا ہے یا نہیں؟ منکرین ختم نبوت چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں، اس لئے وہ مسلمان نہیں، کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ”اسلام“ کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ختم نبوت کا عقیدہ ایسا مضبوط اور لافانی عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث مبارکہ اس عقیدے کو بیان کرتی ہیں، امت کا پہلا اجماع بھی اسی عقیدے پر ہوا۔یہی وجہ ہے کہ روز اول سے آج تک اُمت مسلمہ اس میں کبھی دو رائے کی شکار نہیں ہوئی، اور ایسے شخص اور اس کے ماننے والوں کو کبھی بھی اُمت مسلمہ کا حصہ نہیں سمجھا گیا۔

7 ستمبر کے موقع پر پوری امت مسلمہ خصوصاً پاکستانی قوم یہ عہد کرے کہ ہم اس قانون کو تبدیل ہونا تو دور کی بات ہے، اس میں ادنیٰ سی ترمیم بھی نہیں ہونے دیں گے۔اس کے لیے پوری قوم کو ہمہ وقت بیدار اور چوکنا رہنا ہوگا کہ کوئی بھی چور راستے سے اس میں نقب زنی نہ کر سکے۔اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی حفاظت فرمائے اور ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے قبول فرمائے۔آمین۔

☆☆ .... ☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA

& Sons Jewellers

عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز

Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers

Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

تحاریکِ ختم نبوت........پس منظر

حافظ محمد زاہد

عقیدۂ ختم نبوت یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے باب کو بند سمجھنا' اسلام کی اساس اور وہ بنیاد ہے جس پر دین اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔اس عقیدہ کی اہمیت روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور اس عقیدہ کا انکار قرآن و سنت، عمل صحابہ اور اکابرین اُمت کی نظر میں صریحاً کفر ہے۔قرآن کریم کی تقریباً سو آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً 210 احادیث مبارکہ میں اس اہم عقیدہ کو بلاواسطہ اور بالواسطہ بیان کیا گیا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے اسود عنسی کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور پھر اُس کے قتل پر خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔اس کے علاوہ اُمت مسلمہ کا سب سے پہلا اجماع بھی اسی مسئلہ پر منعقد ہوا، بایں طور کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے قتل پر تمام صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور پھر اس کے بعد سے آج تک تمام زمانوں میں نبوت کے دعوے داروں کے کفر وارتداد پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع بلافصل ہے۔عقیدۂ ختم نبوت کی اسی اہمیت کی بدولت پوری اُمت مسلمہ ختم نبوت کے مسئلہ پر یکسو اور متحد ہے اور جب بھی کسی کمینہ خصلت نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں نے کبھی اپنی تلواروں سے اُس کا قلع قمع کر کے اُسے جہنم واصل کیا تو کبھی قلمی جہاد کے ذریعے اُس فتنہ کو راندۂ درگاہ کیا۔بیسویں صدی کے آغاز یعنی 1901ء میں برصغیر پاک و ہند میں جب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے اپنے خود ساختہ نبی ہونے کا اعلان کیا تو علماء ومشائخ نے اس فتنے کے سدباب کے لیے ہر میدان میں قادیانیت کا محاسبہ کیا اور بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو پاکستانی پارلیمنٹ نے اس فتنے کی جڑوں پر کاری ضرب لگائی اور متفقہ طور پر قادیانیت کے دونوں گروہ (مرزائی اور لاہوری گروپ) کو کافر قرار دے دیا گیا۔

فتنہ قادیانیت کا پس منظر:

برصغیر پاک وہند میں جب انگریز اپنے ظلم وستم اور زیادتیوں کے باوجود مسلمانوں کو مغلوب نہ کرسکا تو اُس نے ایک کمیشن کے ذریعے اُس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے پورے ہندوستان کا سروے کرایا۔کمیشن نے یہ رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لیے اُن کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانا بے حد ضروری ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں کسی ایسے شخص سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو لازم سمجھتا ہو۔اس مقصد کے لیے انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا، جو اُس وقت کسی سرکاری ادارے میں کلرک کے طور پر کام کررہا تھا۔اس کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ قادیانی خاندان شروع دن سے مسلمانوں کے خلاف رہا ہے۔انہوں نے سکھوں کے دورِ اقتدار میں سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور پھر انگریزوں کے دور میں بھی مسلمان مجاہدین کے خلاف نبردآزما ہوئے۔مرزا قادیانی نے جہاد کی حرمت اور انگریزوں کی اطاعت کو لازم قرار دیا اور پھر اس نے بتدریج خادمِ اسلام، مبلغ اسلام، مجدد، امام مہدی، مثیلِ عیسیٰ، ظلی نبی (یعنی نبی کا سایہ)، بروزی نبی، مستقل نبی، حتی کہ خدائی تک کا دعویٰ کیا۔یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبے اور خطرناک سازش کے تحت کیا گیا۔

تحریک ختم نبوت اور اس کے مراحل:

جب اس فتنہ نے برصغیر پاک وہند میں سراُٹھایا تو یہاں کے علماء و مشائخ نے اپنی تحریرات، تقاریر، خطاباتِ جمعہ، علمی مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کردیا۔ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا لطیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ انور

شاہ کاشمیری، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی اور پیر سید مہر علی شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) شامل ہیں۔ سب سے پہلے علمائے لدھیانہ نے قادیانیت کی ابتدائی تحریروں کو دیکھ کر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا اور بعد میں پوری اُمت مسلمہ نے متفقہ طور پر اس فتویٰ کی تصدیق و توثیق کی، لیکن سرکاری اور عدالتی سطح پر اس حقیقت کو منوانے میں بہت وقت لگا اور اس کے لیے بہت جدوجہد کی گئی۔ ذیل میں فتنہ قادیانیت کے خلاف اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اُٹھنے والی اس صدی کی اس عظیم جدوجہد کا مرحلہ وار ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

مقدمہ بہاول پور: فتنہ قادیانیت کے تابوت میں پہلی کیل:

ردِ قادیانیت کے حوالے سے مقدمہ بہاول پور بہت اہمیت کا حامل ہے اور اسے قادیانیت کے تابوت میں پہلی کیل کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ختم نبوت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قانونی واخلاقی بالادستی اسی مقدمہ نے مہیا کی۔ اسلامک فاؤنڈیشن نے اس مقدمہ کی تمام تر تفصیلات تین ضخیم جلدوں میں مرتب کی ہیں، جس کے بارے میں جلیل القدر علماء کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے بعد اب قادیانیت کے خلاف کسی اور تصنیف کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تحصیل احمد پور شرقیہ، ریاست بہاول پور میں عبدالرزاق نامی شخص مرزائی ہو کر مرتد ہو گیا اور اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش نے سن بلوغت کو پہنچ کر اپنے باپ کے توسط سے 24 جولائی 1926ء کو احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ یہ مقدمہ بالآخر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کو بغرضِ شرعی تحقیق منتقل ہوا کہ آیا قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں کہ نہیں؟ اس طرح یہ مقدمہ دو لوگوں کے بجائے اسلام اور قادیانیت کے مابین حق و باطل کا مقدمہ بن گیا۔ قادیانیت کے خلاف اُمت مسلمہ کی نمائندگی کے لیے سب کی نظر دارالعلوم دیو بند کے مولانا انور شاہ کاشمیریؒ پر پڑی اور وہ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ کی دعوت پر اپنے تمام پروگرام منسوخ کر کے بہاول پور تشریف لائے اور فرمایا:

”جب یہاں سے بلاوا آیا تو میں ڈابھیل جانے کے لیے پابہ رکاب تھا، مگر میں یہ سوچ کر یہاں چلا آیا کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانب دار بن کر یہاں آیا تھا...... اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا بھی ہم سے اچھا ہے۔“

پھر اس مقدمہ میں مسلمانوں کی طرف سے مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفاء شاہ جہانپوری اور مولانا انور شاہ کاشمیری (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے دلائل اور بیانات پر مرزائیت بوکھلا اُٹھی۔ مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوری نے عدالت میں جواب الجواب داخل کرایا جو چھ سو صفحات پر مشتمل تھا، جس نے قادیانیت کے پرخچے اُڑا دیے۔

عدالت میں موجود علماء کا کہنا ہے کہ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ جب مرزائیت کے خلاف قرآن وحدیث کے دلائل دیتے تو عدالت کے در و دیوار جھوم اُٹھتے اور جب جلال میں آ کر مرزائیت کو للکارتے تو کفر کے نمائندوں پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ ایک دن مولانا نے جلال الدین شمس مرزائی کو للکار کر کہا: ”اگر چاہو تو میں عدالت میں یہیں کھڑے ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے۔“ یہ سن کر عدالت میں موجود تمام مرزائی کانپ اُٹھے اور مسلمانوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے۔ خواجہ خان محمد اس بارے میں لکھتے ہیں: ”اہل دل نے گواہی دی کہ عدالت میں انور شاہ کاشمیری نہیں، بلکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل اور نمائندہ بول رہا ہے۔“

جب مرزائیوں کو اس مقدمہ میں اپنی شکست سامنے نظر آنا شروع ہوئی تو انہوں نے دسمبر 1934ء میں عبدالرزاق کے مر جانے کی وجہ سے یہ درخواست دائر کر دی کہ اب اس مقدمے کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اس مقدمہ کو خارج کر دیا جائے...... بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ شکست سے بچنے کے لیے مرزائیوں نے از خود عبدالرزاق کو قتل کرا دیا، تا کہ مقدمہ خارج ہو جائے، مگر ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ جاری رہا اور حق و باطل کے اس مقدمہ کا فیصلہ جناب محمد اکبر خان (اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے) نے 7 فروری 1935ء کو سنایا، جس کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں، بلکہ کافر اور خارج از اسلام ہیں اور اس ضمن میں عبدالرزاق مرزائی کا غلام عائشہ کے ساتھ نکاح فسخ قرار دے دیا گیا۔ مرزائیوں نے اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین کی سربراہی میں سر ظفر اللہ مرتد سمیت جمع ہو کر اس فیصلے کے

خلاف اپیل کرنے کی سوچ بچار کی، لیکن آخرکار اس نتیجے پر پہنچے کہ فیصلہ اتنی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہوا ہے کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جائے گی ...... اس تاریخ ساز فیصلہ نے پوری دنیا کے مسلمانوں پر مرزائیت کے عقائد کو آشکار کردیا اور اس طرح مرزائیوں کی ساکھ روز بروز کمزور ہونے لگی۔

اس مقدمہ کے حوالے سے جہاں علماء کرام ومشائخ عظام اور جج صاحب کی کاوشیں سنہری حروف سے لکھی جانے کے قابل ہیں، وہیں غلام عائشہ اوران کے والد گرامی مولوی الٰہی بخش کا بھی پوری اُمت مسلمہ پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے ایک مرزائی کے خلاف فسخ نکاح کا دعویٰ کیا، جو ردِ قادیانیت کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوا۔

1953ء کی تحریک تحفظِ ختم نبوت:

آل انڈیا مسلم لیگ نے جب قائداعظم کی قیادت میں ایک الگ ریاست کے لیے جدوجہد شروع کی تو مرزائیوں نے کانگریس کے ہمنوا بن کر اس کی بھرپور مخالفت کی۔ دوسری طرف کانگریس نے بھی احمدیت کا بھرپور ساتھ دیا اور جب قادیانیوں نے مکہ ومدینہ کے بجائے مسلمانوں کا رخ قادیان کی طرف موڑنا چاہا تب ہندو لیڈروں نے انہیں جی بھر کر داد دی۔ قادیانیوں کے لیے اکھنڈ بھارت اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو کسی اسلامی ریاست کے مقابلے میں ایک سیکولر ریاست میں رہنے کو زیادہ مفید سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے تقسیم ہند کی مخالفت کی، لیکن جب تقسیم کا اعلان ہوگیا تو انہوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوئی کسر نہ چھوڑی اور قادیان کو پاکستان یا بھارت کا علاقہ قرار دینے کے بجائے اسے ویٹیکن سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا مطالبہ تو نہ مانا گیا، مگر ضلع گورداس پور کو مسلم اقلیت کا صوبہ قرار دے کر اس اہم ترین علاقہ کو بھارت کے حوالے کردیا گیا۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ بھارت کو کشمیر کے لیے زمینی راستہ مل گیا اور کشمیر پاکستان سے کٹ گیا۔

1947ء میں ہندوستان تقسیم ہوگیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ بدنصیبی سے پاکستان کا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنا دیا گیا، جس نے قادیانیت کو اندرون وبیرونِ ملک متعارف کرانے کے لیے سرکاری ذرائع کا بے دریغ استعمال کیا۔ دوسری طرف خواجہ ناظم الدین کے دورِ اقتدار میں دستورِ پاکستان کی تدوین زیر بحث تھی اور اس ضمن میں مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مرزائیوں کو مسلمانوں میں شامل نہ کیا جائے، بلکہ ان کو غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کیا جائے۔ لیکن جب دستور کے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی تو اس میں ملک کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب تجویز کیا گیا تھا اور اقلیتوں کی نشستیں الگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، مگر مسلمانوں کے لیے حد درجہ دکھ کی بات یہ تھی کہ قادیانیوں کو اقلیت نہیں، بلکہ مسلمانوں میں شمار کیا گیا تھا۔ مندرجہ بالا کام یابیوں کو دیکھتے ہوئے 1952ء میں قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ مرزا محمود نے اعلان کیا کہ یہ ہمارا سال ہے اور ہم اس سال بلوچستان کو بالخصوص اور پنجاب کو بالعموم احمدی صوبہ بنالیں گے۔ یہ اعلان مسلمانوں پر بجلی بن کر گرا۔ اس موقع پر اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میدان میں آئے، انہوں نے علماء کو متحد کیا اور ’’مجلس تحفظِ ختم نبوت‘‘ کے باضابطہ قیام کا اعلان فرمایا۔

دسمبر 1952ء کے آخری دنوں میں چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے پُرجوش تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ’’اے مرزا محمود! 1952ء تیرا تھا اور اب 1953ء میرا ہوگا۔‘‘ اسی کانفرنس کے موقع پر مجلس تحفظِ ختم نبوت کے راہ نماؤں کا ایک خصوصی غیر رسمی اجلاس منعقد ہوا، جس میں طے پایا کہ مرزائیوں کی جارحیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے اس لیے اس کا سد باب کرنا بے حد ضروری ہوگیا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت سے مذاکرات کا فیصلہ کیا گیا۔ جنوری 1953ء کے آخر میں علماء کا ایک وفد خواجہ ناظم الدین سے ملا اور چار مطالبات پیش کیے: مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ظفر اللہ خان کو ہٹانے اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے امریکہ پاکستان سے ناراض ہوجائے گا اور ہر قسم کی امداد بند کردی جائے گی۔ وفد کی طرف سے حکومت کو اتمامِ حجت کے لیے ایک ماہ کا تحریری نوٹس دیا گیا، جس میں لکھا گیا کہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کیا جائے، ورنہ ہم قادیانیوں کے خلاف براہِ راست تحریک چلائیں گے۔

ایک ماہ گزر گیا اور حکومت کی طرف سے کوئی پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت نے باضابطہ تحریک کا آغاز کیا۔ دیکھتے ہی

دیکھتے ختم نبوت کی یہ تحریک ایک بہت بڑی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔ پاکستانی حکمرانوں نے اس تحریک کو اپنے اقتدار کے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھ لیا۔ چناں چہ خواجہ ناظم الدین اور پنجاب کے وزیراعلیٰ ممتاز احمد دولتانہ نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا۔ پاکستانی حکمرانوں اور جنرل اعظم خان کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نے ہلاکو خان اور چنگیز خان کے مظالم کی یاد تازہ کردی۔ اسی دوران جنرل اعظم نے پاکستان میں پہلی مرتبہ لاہور میں جزوی مارشل لاء لگایا۔

ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اُٹھنے والی اس تحریک میں دس ہزار سے زائد مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور تقریباً دس لاکھ سے زائد مسلمان اس سے متاثر ہوئے۔ مرزائیوں اور ان کے ہم نواؤں نے اس تحریک کو دبانے کے لیے تشدد کا راستہ اپنایا اور انہیں یورپین ممالک کی مدد بھی حاصل تھی، مگر مسلمانوں نے اس معرکہ کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کا کفر کھل کر سامنے آ گیا۔ اس شکست پر قادیانیوں نے عوامی محاذ ترک کر کے حکومتی عہدوں اور سرکاری دفاتر میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا شروع کردیا اور وہ انقلاب کے ذریعے اقتدار کا خواب دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کے عذاب کا کوڑا ختم نبوت کی اس مقدس تحریک کی مخالفت کرنے والوں، اس کو کچلنے والوں، ظلم کرنے والوں اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے والوں پر اس بے دردی سے برسا کہ سب عبرت کا نشان بن گئے۔ اس حوالے سے ”کاروانِ تحریکِ ختم نبوت کے چند نقوش“ نامی کتاب میں تفصیل موجود ہے۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت:

1970ء کے الیکشن میں مرزائیوں نے چند سیٹیں حاصل کرلیں اور وہ انقلاب کے ذریعے پورے پاکستان پر قبضہ کا خواب دیکھنے لگے۔ دوسری طرف 1953ء کی تحریک اگرچہ بظاہر ختم ہوگئی تھی، مگر قادیانیت کے خلاف علماء و مشائخ اپنی اپنی سطح پر کاوشیں جاری رکھے ہوئے تھے۔ انہی کاوشوں کے نتیجہ میں آخر کار 1973ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر بارش کے پہلے قطرے کا کام کیا۔ ملک بھر میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔

پھر ایک واقعہ ہوا جس نے ایک نئی تحریک کو جنم دیا۔ مئی 1974ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کا ایک گروپ سیر و تفریح کی غرض سے چناب ایکسپریس سے پشاور جا رہا تھا۔ جب ٹرین ربوہ پہنچی تو قادیانیوں نے اپنے معمول کے مطابق مرزا قادیانی کی خرافات پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا۔ نوجوان طلبہ اس سے مشتعل ہو گئے اور انہوں نے ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ طلبہ جب پشاور سے واپسی پر 29 مئی کو ربوہ پہنچے تو قادیانی دیسی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر طلبہ پر ٹوٹ پڑے اور طلبہ کو نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا، انہیں لہولہان کردیا اور ان کا سامان لوٹ لیا۔ آناً فاناً یہ خبر فیصل آباد پہنچ گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنما مولانا تاج محمود ایک بہت بڑا جلوس لے کر فیصل آباد اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور زخمی طلبہ کی مرہم پٹی کرائی گئی۔ اگلے روز یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر جگہ مظاہروں کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ پنجاب اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے اس واقعہ پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے کہا: ”ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام مسالک کے علماء متفق ہیں کہ قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔“

مجلس تحفظِ ختم نبوت کے اُس وقت کے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوری کی دعوت پر تمام طبقات نے لبیک کہا اور کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل پائی جس کا امیر بھی مولانا محمد یوسف بنوری کو بنایا گیا۔ 9/ جون 1974ء کو لاہور میں اس مجلس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، جس میں قادیانیت کے خلاف ایک بھرپور تحریک چلانے کا اعلان کیا گیا۔ اس تحریک کا بس ایک ہی نعرہ تھا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ اس حوالے سے مجلس عمل کے قائدین نے پورے ملک کے طوفانی دورے کیے اور قادیانیت کے خلاف محاذ پر تمام مکاتبِ فکر کو متحد کیا۔ اخبارات، دینی جرائد اور طلبہ تنظیموں نے اس تحریک میں ایک جوش کی روح پھونک دی۔ قادیانی اس تحریک سے بلبلا اٹھے اور مسلمانوں کو تشدد کے ذریعے ہراساں کرنے کے لیے کئی جگہ دستی بموں سے حملے کیے۔ حکومت نے ابتدائی طور پر تحریک کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی اور تحریک ختم نبوت کے قائدین کی اکثریت تحفظ ناموس رسالت کے مطالبے کی پاداش میں جیل کی نذر ہو گئی، مگر ان تمام معاملات نے تحریک کو ایک نئی

جلا بخشی اور تحریک پھیلتی چلی گئی۔ بالآخر حکومت نے قوم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے سانحہ ربوہ (حال چناب نگر) اور قادیانی مسئلے پر سفارشات مرتب کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے اپوزیشن کی طرف سے ایک بل پیش کیا (جس پر 37 معزز و محترم اراکین اسمبلی کے دستخط موجود تھے) او رحکومت کی طرف سے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی۔ اس طرح قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہوگئی۔ قادیانیوں کے مرزائی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے موقف تحریری شکل میں پیش کیے۔

قادیانی گروپ کے جواب میں ''ملت اسلامیہ کا موقف'' دوسو صفحات پر مشتمل ایک مکمل کتاب کی شکل میں تیار کیا گیا (یہ کتاب اب شائع بھی ہوچکی ہے)۔ مولانا محمد یوسف بنوری کی قیادت میں مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد حیات، مولانا تاج محمود، مولانا عبدالرحیم اشعر نے حوالہ جات کی تدوین کا کام کیا، جب کہ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق نے ان حوالہ جات کو ترتیب دے کر ایک خوب صورت کتاب کی شکل میں مرتب کیا۔ ملت اسلامیہ کے اس موقف کو اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت مولانا مفتی محمود کو حاصل ہوئی۔ قادیانی گروپ کی طرف سے مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کی طرف سے صدرالدین، عبدالمنان عمر اور سعود بیگ اسمبلی میں پیش ہوئے۔ لاہوری گروپ کے جواب میں مولانا غلام غوث ہزاروی نے مستقل طور پر ایک محضر نامہ تیار کیا۔ بارہ روز تک قادیانی گروپ کے مرزا ناصر اور دو روز تک لاہوری گروپ کے نمائندوں پر جرح ہوتی رہی۔ اس جرح پر اُن کا سانس پھول جاتا، انہیں پسینے آجاتے اور وہ بار بار پانی مانگتے۔

6،5 ستمبر کو اٹارنی جنرل آف پاکستان یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے دو روز تک اراکین قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مفصل بیان پیش کیا۔ 7 ستمبر کو فیصلے کے دن حالات بہت خراب ہو گئے۔ بھٹو صاحب بیرونی دباؤ کی وجہ سے اس آئینی ترمیم پر دستخط سے انکاری تھے، اس لیے بڑے بڑے شہروں میں فوج تعینات کردی گئی اور تحریک ختم نبوت کے قائدین اور کارکنوں کی لسٹ بنالی گئی، جنھیں رات کو گرفتا رکرنا تھا۔ مگر خالق کائنات مسلمانوں کے حق میں فیصلہ لکھ چکا تھا۔ ایک حدیث کے مطابق تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ ان کو جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بھٹو صاحب کے دل کو پھیر دیا اور مفتی محمود صاحب کے ان کو منانے کے بعد بالآخر وہ مبارک گھڑی آئی جب 7 ستمبر 1974ء کو 4 بج کر 35 منٹ پر قادیانیوں کے دونوں گروپوں (قادیانی اور لاہوری گروپ) کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا اور عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا۔ یہ بل متفقہ رائے سے منظور کیا گیا تو حزبِ اختلاف اور حزبِ اقتدار کے ارکان فرطِ مسرت سے آپس میں بغل گیر ہو گئے۔ پورے ملک میں اسلامیانِ پاکستان نے گھی کے چراغ جلائے۔ اس تاریخ ساز فیصلے کے بعد اکثر اسلامی ممالک نے یکے بعد دیگرے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی تھی۔

7 ستمبر کو سرکاری اور انفرادی سطح پر یومِ ختم نبوت منایا جائے!:

7 ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اس عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ اس دن کو یاد رکھنا اور اس کے بارے میں نئی نسل کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ یقیناً ختم نبوت کے تحفظ کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ اس حوالے سے میری پوری اُمت مسلمہ اور بالخصوص پاکستانی حکومت سے درخواست ہے کہ وہ 6 ستمبر کو "یومِ دفاعِ پاکستان" منانے کی طرح 7 ستمبر کو ''یومِ ختمِ نبوت'' عظیم الشان طریقے سے منانے کا اہتمام کرے۔

1984ء کی تحریک ختم نبوت:

جنوری 1975ء میں ربوہ کو کھلا شہر قرار دے دیا گیا اور اس کا نام چناب نگر رکھا گیا۔ چناب نگر میں وسیع رقبہ پر رہائشی سکیم تیار کی گئی، جس کا نام مسلم کالونی رکھا گیا اور وہاں مسلمانوں کو

آباد کیا گیا۔ اس مسلم کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک عالی شان ختم نبوت مسجد تیار کی، جہاں 1982ء سے ہر سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔

17 رفروری 1983ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک مبلغ محمد اسلم قریشی کو مبینہ طور پر مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے اغوا کیا تو یہ واقعہ ایک بھرپور تحریک کا سبب بنا۔ اس تحریک کے سبب جنرل ضیاء الحق نے 26 اپریل 1984ء کو ''امتناعِ قادیانیت آرڈیننس'' جاری کر دیا، جس کے مطابق قادیانیت کی تبلیغ وتشہیر، قادیانی کا خود کو مسلمان ظاہر کرنا، اذان دینا، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنا اور شعائر اسلام استعمال کرنے کو جرم قرار دے دیا گیا۔ اس آرڈیننس کے بعد قادیانیوں کا اُس وقت کا سربراہ مرزا طاہر احمد یکم مئی 1984ء کو بھیس بدل کر بھاگ کر لندن جا پہنچا اور انگریز کے پاس پناہ حاصل کی اور اپنا ہیڈ کوارٹر چناب نگر سے لندن منتقل کر لیا۔ مگر ختم نبوت پر مر مٹنے والے علماء ومشائخ نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور پوری دنیا کے دورے کیے اور دنیا بھر کے لوگوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو قادیانیت کے کفر سے آگاہ کیا۔

ایک گزارش:

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت 1974ء کی آئینی ترمیم اور 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر نیک نیتی کے ساتھ موثر طور پر عمل درآمد کرائے اور مرزائیوں کو اپنی حیثیت کے اندر رہنے کا پابند بنائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کرے۔ اس کے علاوہ قادیانیت کی تبلیغ وتشہیر کی پابندی پر بھی سختی سے عمل درآمد کرایا جائے، تاکہ روئے زمین سے قادیانیت کا نام و نشان تک مٹ جائے......مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کا ایک کشف ہے کہ: ''ایک وقت آئے گا کہ پوری دنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔'' وہ وقت اب قریب آن پہنچا ہے کہ قادیانیت کا فتنہ دنیا سے نیست ونابود ہونے والا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے ایک صدی پر محیط اس تحریک کے شہداء کے درجات کو بلند فرمائے اور اس تحریک میں کسی بھی طرح حصہ لینے والے افراد کی کاوشوں کو قبول فرما کر اُن کے درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆ .... ☆☆

دکھی انسانیت کے نام

میرے بھائیو! صحیح علاج کیلئے دوا کے ساتھ ساتھ تدابیر اور غذا کی موافقت بھی لازمی ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خونی پیچش ہوں اور تکے کباب روسٹ بروسٹ وغیرہ کھائے جائیں اور پھر شفاء کی اُمید رکھی جائے اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ گوشت خوری بھی کی جائے اور تیزابیت بھی نہ ہو دودھ اور چاول کھائے جائیں اور نزلہ زکام کو فائدہ ہو جائے۔ میرے بھائیو! حکمت بچوں کا کھیل نہیں یہ طویل ترین ریاضت تجربہ اور محنت کے ساتھ ساتھ قلب ونظر کی پاکیزگی اور توجہ الی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بفضل تعالیٰ چالیس سالہ تجربہ کے دوران بے شمار ملکی وغیر ملکی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔ طبیہ کالج کا سابقہ لیکچرار ہوں 3 ایوارڈ اور ایک تعریفی سند حاصل کر چکا ہوں مرکزی سرپرست متحدہ حکما محاذ پاکستان ہوں ہمارے تیار کردہ کورسز میں کوئی نشہ آور، کوئی زہریلی، کوئی ایلوپیتھک دوائی نہیں ہے

خصوصی نوٹ: 1: مشورہ فیس مبلغ 500 روپے 2: معائینہ فیس مبلق 1000 روپے

3: مبلغ چھ صد روپے بھیج کر میری کتاب نظریہ مفرد اعضاء منگوا کر علاج بالغذا۔ علاج بالدوا پر عمل کریں انشاء اللہ شفا ہوگی

4: ہمارے پندرہ روزہ کورسز درج ذیل ہیں

بے خوابی	ضعف بصر	مونہہ سے بدبو	تپ دق	بھوک بند ہونا	بھگندر	تقطیر البول	وجع المفاصل	تشنج وکزاز	موٹاپا	سانس پھولنا	بے اولادی	خاموش جنون	اماس	عدم انتشار	ہیموفیلیا
نسیان	بند نزلہ	رال ٹپکنا	ٹی بی	السر	گیس	سلسل البول	تحجر المفاصل	مہرے ہل جانا	دبلا پن	تریاق نشہ	اسقاط	اعضا کا سن ہونا	استسقاء	پس سیل	کمی جراثیم
مرگی	کیرا	لکنت	کولسٹرول	دائمی قبض	یورک ایسڈ	بول بستری	گینٹھیا	الرجی	بال گرنا	اٹھرا	اولاد نرینہ	فالج	اعصابی کمزوری	بریسٹ کینسر	ایزوسپرمیا
رعشہ	ناک کی ہڈی کا بڑھنا	گلھڑ	دل کا دورہ	سنگرہنی	پتھری	بواسیر	عرق النساء	برص	بال سفید ہونا	ہسٹریا	سوکڑا	بلڈ پریشر	جسمانی کمزوری	لیوکیمیا	عنانت
ٹینشن	مونہہ کے چھالے	دمہ	دل کے وال بند ہونا	اپنڈکس	شوگر	سوزاک	کمر درد	رسولیاں	کمی خون	ٹیوبز کا بند ہونا	تلخ جنون	ہیپاٹائٹس	کجی لاغری کوتاہی	تھیلاسیمیا	سدا جوانی

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی
0321-7545119
0345-7545119
ہر قسم کی رقم پہلے بھیجیں۔ مس کال نہیں کال کیجئے
یو بی ایل کمل کرنٹ اکاؤنٹ نمبر
0341232584961
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0321-7545119
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0345-7545119
لاہور اوکاڑہ روڈ حبیب آباد ضلع قصور

قادیانی عقائد پر ایک نظر

بیان:..... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

فتنوں کی پیش گوئی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمت میں فتنوں کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی، اس لئے فرمایا:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ! یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا، اَوْ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ کَافِرًا، یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا۔"

(صحیح مسلم، ج:۱، ص:۷۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ان فتنوں کے آنے سے پہلے پہلے، جلدی جلدی نیک اعمال کرلو، جو فتنے کہ ایک تاریک اور سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، جس میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا، سیاہ وسفید کا امتیاز نہیں ہوتا، آدمی صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر، ---اللہ پناہ میں رکھے---شام کو مؤمن سوئے گا تو صبح کو کافر ہوگا، جس طرح تاریک رات میں سیاہی و سفیدی کا پتہ نہیں چلتا، اس طرح فتنوں کے دور میں خاص طور پر کمزور نظر والوں کو حق اور باطل کا پتہ نہیں چلتا، حق کیا ہے؟ باطل کیا ہے؟

ایمان وعقیدہ کی نگاہ کمزور ہے:

بہت سے لوگوں کو آپ نے یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ یہ مولوی لڑاتے رہتے ہیں، اب ہمیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ حق اور سچ کیا ہے اور جھوٹ اور باطل کون سا ہے؟ کیونکہ یہ بھی قرآن پڑھتے ہیں اور وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں۔ بھائی! نظر کمزور ہے اور راستہ تاریک ہے، سیاہ کپڑے کا اور سفید کپڑے کا پتہ نہیں چلتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

فتنہ کی تعریف:

فتنے کی تعریف یہ ہے کہ باطل کو حق کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ عام آدمی کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز مشکل ہوجاتا ہے، اس اُمت میں بہت سے فتنے اُٹھے اور الحمدللہ! ان کا سرکچل دیا گیا۔

دجال کا فتنہ سب سے بڑا:

ان فتنوں میں سے ایک یہ قادیانی فتنہ ہے، اور میرا اندازہ یہ ہے کہ اس کے بعد سب سے بڑا فتنہ صرف ایک ہی باقی ہے، اور سب سے بڑا فتنہ وہی ہوگا، اور وہ ہے مسیح الدجال کا فتنہ!

دجال ایک سال دو مہینے اور دو ہفتے رہے گا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق کانا دجال نکلے گا، وہ دنیا میں چالیس دن رہے گا، ان چالیس دنوں کا پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر، اور باقی سینتیس کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارے دنوں کے برابر۔ اس سے سنتالیس دن کا ایک مہینہ ثابت نہیں ہوتا، گویا اس کا فتنہ ایک سال دو مہینے اور دو ہفتے رہے گا، اتنی تھوڑی سی مدت میں وہ پورے عالم میں پھیل جائے گا اور تمام لوگوں کو گمراہ کردے گا۔

فتنۂ دجال سے بارہ ہزار مرد، سات ہزار عورتیں محفوظ رہیں گی:

فتح الباری میں حافظ ابنِ حجرؒ نے ایک تابعی سے یہ روایت نقل کی ہے اور بقول حافظؒ اس تابعی تک، اس کی سند صحیح ہے کہ دجال کے فتنہ سے صرف بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں بچیں گی ---اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے--- اس وقت اس کی شدت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے، وہ ایک مستقل موضوع ہے۔

(فتح الباری، ج:۱۳، ص:۹۲)

دجال کا حلیہ:

دجال آنکھ سے کانا ہوگا، اور ایک آنکھ سے بھینگا ہوگا، یعنی اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی یعنی بالکل سپاٹ، اور دوسری انگور کی طرح باہر کو نکلی ہوئی ہوگی، گویا یہ شخص اتنا بدنما ہوگا کہ داہنی آنکھ سرے سے ہوگی ہی نہیں، اور بائیں ہوگی تو سہی مگر وہ پھوٹی ہوئی اور انگور کے دانے کی طرح باہر کو نکلی

ہوئی ہوگی، وہ گدھے پر سوار ہوگا، مگر دعویٰ کرے گا خدائی کا۔

دجال کی شعبدہ بازیاں:

دجال اپنے شعبدوں اور نظربندیوں کے ذریعہ سے....جن کو لوگ خدائی کا کارنامہ سمجھیں گے.... تمام مادّی وسائل پر قبضہ کرلے گا، جو لوگ اس کو ماننے والے ہوں گے، ان کے مویشی شام کو خوب پیٹ بھرے ہوئے واپس آئیں گے، اور جو اس کو نہ ماننے والے ہوں گے ان کے مویشی بھوکے آئیں گے، اس کے ماننے والوں کی زمین میں غلہ ہوگا، اور نہ ماننے والوں کی زمین میں غلہ نہیں ہوگا، مسلمان ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو جائے گا، بچے بلبلائیں گے، اور اس کے ماننے والی عورتیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی، وہ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا تو وہ نکل کر اس کے پیچھے چل پڑیں گے، ایک اعرابی کو کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں اور وہ تسلیم کریں کہ میں خدا ہوں تو تو مجھے خدا مان لے گا؟ وہ کہے گا: ہاں تب مان لوں گا! دجال کہے گا: اچھا بتا ان کی قبر کہاں ہے؟ وہ ان کی قبر پر جائے گا اور اس کے ماں باپ کا نام لے کر کہے گا: کھڑے ہوجاؤ تو شیاطین اس کے ماں باپ کی شکل میں آجائیں گے، بالکل اسی شکل، اسی لب ولہجہ اور اسی اندازِ گفتگو میں وہ کہیں گے کہ یہ سچا رَبّ ہے، اس کو مان لو، ہم تو مر کے دیکھ کے آئے ہیں۔

فتنۂ دجال کی سرکوبی کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمت:

بھلا اس سے بدتر کوئی فتنہ ہوسکتا ہے؟ اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لئے آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، کہنا چاہئے کہ اس وقت کے علماء، صلحاء، نیک لوگ ان کی مجموعی قوتیں، رُوحانی طاقتیں دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوں گی۔

دورِ حاضر کا دجالی فتنہ:

اس فتنہ کی مانند اور اس فتنہ کا ہم سنگ مرزائی فتنہ ہے، جس نے بلاشبہ اُمت کو اپنے دجل وتلبیس سے نیم جان کردیا ہے، اور گزشتہ سوا سو سال سے اُمت اس سے نبرد آزما ہے، بڑی مشکل سے اس کو کافر قرار دے کر اُمت کو اس کی زہرناکی سے محفوظ کیا گیا، مگر اب بھی وہ اُمت کو زخمی سانپ کی طرح کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے، اب میں اس کے بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

فتنۂ قادیانیت کی اِبتدا اور تعاقب کی روئیداد:

براہینِ احمدیہ نامی کتاب لکھی ہے (۱۸۸۴ء میں بمطابق ۱۳۰۱ھ) اس میں اس نے اپنے دجالی الہامات لکھے ہیں۔ علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد، مولانا اسماعیل، مولانا عبدالعزیز تین بھائی تھے، انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ کافر ہے، لوگ مولویوں کے خلاف ہوگئے، ۱۹۰۱ء تک مرزا یہ دعویٰ کرتا رہا کہ میں مجدّدِ اسلام ہوں، اور ۱۹۰۱ء میں اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں، لہٰذا وہ مسیحِ موعود میں ہی ہوں، جس کے آنے کا وعدہ ہے، اور جو دجال کو آکر قتل کریں گے، وہ میں ہوں۔

۱۸۸۴ء کے بعد کس سال حضرت عیسیٰؑ کا انتقال ہوا؟

ایک مرزائی سے میری گفتگو ہوئی، اس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں، میں نے کہا: ۱۸۸۴ء تک تو زندہ تھے، کیونکہ ۱۸۸۴ء میں غلام احمد نے لکھا ہے اور لکھا بھی اپنے الہام سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ زمین پر دوبارہ آئیں گے، اور ان کی پیش گوئی میں تجھے بھی شریک کرلیا گیا ہے، تو ۱۸۸۴ء کے بعد، ۱۸۹۱ء تک چھ سال کا وقفہ ہے، سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی؟ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ! عجیب بات ہے کہ ۱۸۸۴ء میں وہ خود کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور کہتا بھی الہام کے حوالے سے ہے، مگر اب کہتا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تو بھی مسیح کی پیش گوئی میں شریک ہے، لیکن ۱۸۹۱ء میں ٹھیک اسی زبان سے کہتا ہے کہ: ”مجھے الہام ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرگئے“ اس سے کسی نے یہ تک نہیں پوچھا کہ بھیا یا بھیڑیا تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں تو تو نے کہا کہ میں مسیحِ موعود ہوں، اس کے دس سال کے وقفے سے ۱۹۰۱ء میں تو نے کہہ دیا کہ میں فل مکمل نبی ہوں۔ کبھی کہتا ہے کہ جزوی نبی ہوں، یعنی لغوی نبی ہوں، ظلّی نبی ہوں، بروزی نبی ہوں، دراصل یہ بھی اسرائیل کی ایجاد تھی، جس نے اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کے لئے مختلف دعوے کئے، اور پھر ۱۹۰۸ء میں مرگیا، یعنی دعویٰ نبوّت کے صرف آٹھ سال بعد۔

قادیانی اِشکال: اگر مرزا جھوٹا تھا تو....!

ایک قادیانی نوجوان، مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے مدرسہ میں آتا تھا، اور مناظرہ وغیرہ کرتا تھا، مولانا نے مجھے بلایا، وہ قرآنِ کریم کی یہ آیت پیش کررہا تھا:

”وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے کچھ باتیں گھڑ کر منسوب کرتے تو ہم ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے، پھر ہم اس کی شہ رگ کاٹ دیتے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرکے آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، وہ اس کو پیش کرکے گویا کہنا چاہتا تھا کہ مرزا صاحب نے تیئس سال تک اپنے الہامات بتائے مگر ان کو کچھ نہیں ہوا، تو معلوم ہوا کہ وہ جھوٹا نہیں تھا، اگر جھوٹا تھا تو اس کو زندہ نہ رہنے دیا جاتا؟

جواب:.... اس پر میں نے کہا: مرزا کو تو ایک منٹ کی بھی نبوّت نہیں ملی، آپ تیئس سال کی بات کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نبوّت کا دعویٰ کردیتا تھا، مگر پھر مکر جاتا تھا، کبھی کہتا میں ظلّی نبی ہوں، کبھی کہتا میری مراد یہ نہیں۔

جو یہ نہ جانتا ہو کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ وہ نبی کیسے؟

جو آدمی یہی نہ جانے کہ میں نبی ہوں یا نبی نہیں ہوں، اس کو کیا کہا جائے؟ چنانچہ مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تک حضرت صاحب کو یہی پتہ نہ چلا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ دیکھو! نبی کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ یہ بیٹا کہہ رہا ہے اور اس کا خلیفہ، اور یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے جتنے موقعوں پر یہ کہا کہ میں نبی نہیں ہوں، وہ سب روایتیں منسوخ ہیں۔ خیر! یہ تو ایک مستقل موضوع ہے۔

تو میں نے کہا کہ: ۱۹۰۱ء کو سیدھا ہوا اور کہنے لگا کہ میں نبی ہوں، ورنہ کبھی کہتا تھا کہ میں لغوی نبی ہوں، کبھی کہتا کہ میں مجازی نبی ہوں، کبھی کہتا استعارے کے طور پر نبی ہوں، ظلّی طور پر نبی ہوں، بروزی طور پر نبی ہوں، فلانی چیز پر نبی ہوں، یہ نبی تو نہیں، یہ تو مذاق ہے۔

دعویٔ نبوّت سے اگلے دن مرزا کی ہلاکت:

یاد رکھو! جیسے اس زمانہ میں روزنامہ ’’جنگ‘‘ مشہور اخبار ہے، اسی طرح اُس زمانہ میں لاہور سے ’’اخبارِ عالم‘‘ کے نام سے ایک پرچہ نکلتا تھا، اس کی ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ تقدس مآب مرزا صاحب نے اپنی نبوّت کا انکار کردیا، یہ سرخی تھی اور نیچے تفصیل ذکر کی گئی کہ اس کے ساتھ کسی کی گفتگو ہوئی تو کہا کہ میں تو نبی نہیں ہوں، ایسے ہی لوگ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے ہیں، اور مجھے مولوی بدنام کرتے ہیں، میں نے تو نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا۔

جب غلام احمد نے ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کا یہ پرچہ پڑھا تو اس نے ’’اخبارِ عالم‘‘ کے ایڈیٹر کو خط لکھا کہ آپ نے اپنے ۲۳؍مئی کے پرچے میں یہ لکھا ہے کہ گویا میں نے اپنی نبوّت سے انکار کردیا ہے، یہ صحیح نہیں، ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اُس نے ’’اخبارِ عالم‘‘ کے ایڈیٹر کو جو خط لکھا اس کے الفاظ ہیں کہ: ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔‘‘ مطلب یہ کہ مرتے دَم تک قائم ہوں۔ بہرحال لمبا خط تھا یہ اس کا خاص فقرہ تھا: ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اپنے دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں‘‘۔ ’’اخبارِ عالم‘‘ کے ایڈیٹر نے مرزا جی کا خط ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو شائع کردیا، ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو اس کا خط چھپ کر آیا تو اسی دن دس بجے اللہ تعالیٰ نے اس کا چالان کردیا اور اس کی شہ رگ کاٹ دی۔

مرزا کو دعویٔ نبوّت کے بعد ایک دن کی مہلت بھی نہیں ملی:

اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک دن بھی اس کو دعویٔ نبوّت کے بعد مہلت نہیں ملی، پھر چالان بھی اس طرح کیا کہ اللہ کی پناہ! یعنی وبائی ہیضہ سے مرا۔

مرزا طاہر سچا ہے تو باپ دادا جیسی موت کی دُعا کرکے دِکھائے:

میں نے انگلینڈ کے جلسے میں دو سال پہلے مرزا طاہر کو چیلنج کیا تھا کہ مرزا طاہر! میں بھرے مجمع میں کہتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے ابا کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے دادا مرزا غلام احمد کو جھوٹا سمجھتے ہو، کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم جھوٹے ہیں چاہے لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے میرا یہ چیلنج ہے کہ اگر تم لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم سچے ہیں، تیرا دادا غلام احمد سچا تھا اور تیرا باپ مرزا محمود سچا تھا، اور تو سچا ہے، تو صرف یہ لفظ لکھ دے اور قومی اخباروں میں چھاپ دے کہ: ’’یا اللہ! میں دُعا کرتا ہوں میری موت ایسی آئے جیسی میرے باپ کی اور میرے دادا کی آئی تھی۔‘‘ بس زیادہ بات نہیں۔

میں اپنے اکابر کی سی موت کی دُعا کرتا ہوں:

میں نے اسی جلسے میں کہا تھا کہ اس پوری مسجد میں ہزاروں کا مجمع ہے، میں اس کو گواہ کرکے دُعا کرتا ہوں کہ: یا اللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرما جیسی میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت

عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نصیب ہوئی تھی، بلکہ جیسے میرے شیخ تک، ہمارے تمام اکابر کو موت نصیب ہوئی، یا اللہ! مجھے بھی ایسی موت نصیب فرما۔۔۔ آپ بھی کہیں: آمین۔۔۔! ٹھیک ہے ناں بھائی۔۔۔؟

مجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، میں تو کچھ نہیں ہوں، مگر الحمدللہ! جو میرے بڑے تھے وہ برحق تھے، مجھے ان کی حقانیت پر ایمان ہے، مرزا طاہر! اگر تجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، تو تو دُعا کر کہ یا اللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرما جیسی مرزا غلام احمد اور میرے باپ مرزا محمود کو نصیب ہوئی تھی۔

مرزا کے دونوں راستوں سے غلاظت نکل رہی تھی:

مرزا غلام احمد کو وبائی ہیضہ ہو گیا تھا، اور اس کے دونوں راستوں سے نجاست نکل رہی تھی، ۔۔۔العیاذ باللہ۔۔۔ ہیضے کی حالت میں غیر ہضم شدہ غذا نکل رہی ہوتی ہے، وہ اُوپر کے راستے سے بھی نکلتی ہے اور نیچے کے راستے سے بھی نکلتی ہے، قے کی شکل میں، یا دوسری کسی شکل میں۔ تو اس مؤذی بیماری کے ساتھ مرزا غلام احمد کا ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو دس بجے انتقال ہوا، اور اسی دن اس کا یہ بیان بھی چھپ کر آیا کہ ’’میں نبی اور رسول ہوں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس زندگی سے گزر جاؤں‘‘ چنانچہ اس دعویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اُسے پکڑ لیا، بھلا جو آدمی بات کر لے، پھر بات کر کے مکر جائے، کیا ایسا شخص رسول ہوسکتا ہے؟ ہاں جب اس نے پکی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دن کی بھی اسے مہلت نہیں دی، بلکہ اس کی شہ رگ کاٹ دی۔

☆☆ .... ☆☆

مولانا ریاض خان سواتیؒ، گوجرانوالہ

مفسر القرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ فاضل دارالعلوم دیوبند نے گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ آپ کے برادر اکبر امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اس ادارہ کے شیخ الحدیث والتفسیر رہے۔ حضرت صوفی صاحب کو بھی اللہ پاک نے فہم قرآن سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ جو درس قرآن دیتے تھے، اسے نوٹ کر کے ’’معالم العرفان فی دروس القرآن‘‘ کے نام سے کئی جلدوں میں شائع کیا گیا جو قرآن پاک کے درس دینے والوں کے لئے عظیم الشان تحفہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے ایک فرزند ارجمند مولانا حاجی فیاض خان سواتی مدظلہ ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ادارہ کا مہتمم و منتظم بنادیا۔ حضرتؒ کے دوسرے فرزند ارجمند مولانا ریاض خان سواتیؒ تھے، جن کی پیدائش گوجرانوالہ میں ۲۶ر اپریل ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی اسکول کی تعلیم پرائمری تک اپنے ادارہ سے منسلک اسکول سے حاصل کی۔ حفظ القرآن آپ نے ۱۹۸۳ء میں مکمل کیا اور تجوید وقرأت میں بھی جامعہ نصرۃ العلوم سے تجوید القرأت کی سند حاصل کی اور ۱۹۸۸ء میں دورۂ تفسیر کیا۔ دورۂ تفسیر میں آپ کے استاذ آپ کے عم محترم حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ تھے، جبکہ دورۂ حدیث شریف بھی اپنے ادارہ نصرۃ العلوم سے ۱۹۹۲ء میں کیا۔ احادیث نبویہ کی تعلیم بھی امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی، مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، مولانا محمد یوسف، مولانا حبیب اللہ ڈیروی، مولانا عبدالمہیمن شاہ بخاری اور مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ جیسے جبال العلم شخصیات سے علوم نبویہ کی تحصیل کی۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد جامعہ کے نائب ناظم، بعدازاں ناظم اعلیٰ اور مدرس بنائے گئے۔ آپ نے انتظامی امور کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔ جامعہ کے زیراہتمام ۱۹۹۵ء میں ماہنامہ نصرۃ العلوم جاری ہوا تو اس کے ناظم اور ایڈیٹر بنادیئے گئے۔ آپ نے اپنی محنت سے ماہنامہ کو ملک کے نامور ماہناموں میں بام عروج تک پہنچایا۔ جامعہ پر کڑے وقت بھی آئے، جامعہ کی انتظامیہ کمیٹی منتظمین کے خلاف ہوگئی، حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ تو جامعہ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوگئے، لیکن یہ نوجوان مشکل ترین وقت میں والد محترم کا نہ صرف دست و بازو بنا رہا، بلکہ انہیں جامعہ کے اہتمام وانصرام سے الگ نہ ہونے دیا۔ سواتی خاندان ہمیشہ جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ قائدین جمعیت بھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے زمانہ میں جامعہ نصرۃ العلوم سے ملحقہ ’’جامع مسجد نور‘‘ پر حکومت نے قبضہ کرلیا تو قبضہ واگزار کرانے میں جمعیت پیش پیش رہی۔ اللہ پاک نے فضل وکرم فرمایا اور حکومت اپنے عزائم میں خائب وخاسر رہی۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں یہ خانوادہ ہمیشہ سرگرم عمل رہا ہے۔ بعدازاں جب جناب مولانا ریاض خانؒ نے ہوش سنبھالا تو آپ بھی تحریک ختم نبوت میں پیچھے نہیں رہے، چنانچہ مجلس کے مقامی پروگراموں میں موصوف فرنٹ پر نظر آتے ہیں۔ راقم جیسے خورد جب جامعہ میں حاضر ہوئے تو محبتوں سے نوازا۔ مولانا ضیاء الدین آزاد، مولانا محمد صادق صدیقی، مولانا فقیر اللہ اختر اور موجودہ مبلغ مولانا محمد عارف شامی کی قدم قدم پر معاونت اور سرپرستی کی، کافی دنوں سے دل کے مریض چلے آرہے تھے، کئی مرتبہ دل کے اٹیک ہوئے اور سنبھل گئے، علاج معالجہ کا سلسلہ بھی جاری رہا تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور آپ نے ۲۷ر مئی ۲۰۲۳ء صبح ساڑھے سات بجے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اسی دن نماز عشاء کے بعد جامعہ کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزاروں حضرات نے شرکت کی۔ راقم ۱۲ر جون ۲۰۲۳ء کو جامعہ نصرۃ العلوم میں حاضر ہوا، جامعہ کے مہتمم مولانا حاجی فیاض سواتی مدظلہ سے ملاقات ہوئی اور ان کے بھائی کی وفات پر اظہار تعزیت کیا اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

قادیانیوں کوغیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلق

پارلیمنٹ اور اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے

جناب محمد متین خالد صاحب

بھٹو دور میں 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے متعلق پارلیمنٹ کے بند کمرے کا اجلاس تقریباً ایک ماہ سے زائد جاری رہا تھا۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر ملک کی منتخب جمہوری حکومت نے متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974 کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق 160(2) اور 260(3) میں اس کا اندراج کر دیا۔ معاملے کی حساسیت کے پیش نظر بحث کا تمام ریکارڈ اسی وقت سیل کر دیا گیا تھا۔ یہ شرط رکھی گئی تھی کہ اسے تیس سال سے کم کے عرصے میں اوپن نہیں کیا جائے گا۔

قادیانی 1974ء سے لے کر اب تک یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ اگر یہ کارروائی شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا۔ قومی اسمبلی کی یہ کارروائی اوپن ہونے سے قادیانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا۔ لیکن حیرت ہے کہ اس خبر سے قادیانیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار مرحوم نے ایک سوال پر کہ ’’قادیانیوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ روداد شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا۔‘‘ کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ ’’سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ کارروائی ان کے خلاف جاتی ہے۔ ویسے وہ اپنا شوق پورا کر لیں، ہمیں کیا اعتراض ہے۔ ان دنوں ساری اسمبلی کی کمیٹی بنا دی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ ساری کارروائی سیکرٹ ہو گی تا کہ لوگ اشتعال میں نہ آئیں۔ میرے خیال میں اگر یہ کارروائی شائع ہو گئی تو لوگ قادیانیوں کو ماریں گے۔‘‘

(انٹرویو نگار منیر احمد منیر ایڈیٹر ’’ماہنامہ آتش فشاں‘‘ لاہور، مئی 1994ء)

سابق اٹارنی جنرل اور معروف قانون دان جناب یحییٰ بختیار نے جس لگن، جانفشانی اور قانونی مہارت سے امت مسلمہ کے اس نازک اور حساس کیس کو لڑا، قادیانی شاطر سربراہوں پر طویل اور اعصاب شکن جرح کے بعد جس طرح ان سے ان کے عقائد و عزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوایا، بلکہ اعتراف جرم کروایا، وہ انہی کا حصہ ہے جس پر وہ صد ستائش کے مستحق ہیں۔ بلاشبہ ان کی یہ خدمت سنہرے حروف سے لکھی جانے کے قابل ہے۔ لیکن اس کے برعکس قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کارروائی کے نتیجہ میں قومی اسمبلی کا کوئی ایک رکن بھی قادیانی نہیں ہوا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے کارروائی کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے اجلاس سے واک آؤٹ نہیں کیا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے قادیانیوں کی حمایت نہیں کی۔ اس کے برعکس نہ صرف تمام ارکان نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بلکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کی ٹیم میں شامل ایک معروف قادیانی مرزا سلیم اختر چند ہفتوں بعد قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ حالانکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر پوری ٹیم کے ساتھ مکمل تیاری سے بڑی خوشی سے قومی اسمبلی گیا۔ اس کے اسمبلی کے اندر داخل ہونے کا انداز بڑا فاتحانہ، متکبرانہ اور تمسخرانہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں تاویلات اور شکوک و شبہات کے ذریعے اسمبلی کو قائل کر لوں گا، مگر بری طرح ناکام رہا۔ قادیانی قیادت نے قومی اسمبلی کے تمام اراکین میں 180 صفحات پر مشتمل کتاب ’’محضر نامہ‘‘ تقسیم کی جس میں اپنے عقائد کی بھرپور ترجمانی کی۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر ’’دعا‘‘ کے عنوان سے لکھا ہے: ’’دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معزز ارکان اسمبلی کو ایسا نور فراست عطا فرمائے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی ان فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن وسنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں۔‘‘ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قادیانیوں کی دعا قبول ہوئی تو وہ قومی اسمبلی کا یہ فیصلہ قبول کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو وہ جھوٹے ہیں۔

قادیانی اعتراض کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی کی اس کارروائی کو اِن کیمرہ، خفیہ کیوں رکھا گیا۔ یہ کارروائی اخبارات میں روزانہ کیوں شائع نہ

ہوئی؟ اس سوال کا جواب قومی اسمبلی کے اس وقت کے اسپیکر جناب صاحبزادہ فاروق علی خان نے اپنے ایک انٹرویو میں دیتے ہوئے کہا:

’’بحث اور کارروائی کے دوران ایسی باتوں کے پیش آنے کا بھی امکان تھا کہ اگر منظرعام پر آئیں تو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ قادیانی فرقوں کے رہنماؤں کو بھی بلانا تھا۔ ان کا نقطہ نظر بھی سننا تھا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہتے، مسلمانوں کو ہرگز اتفاق نہ ہوتا۔ لہٰذا کارروائی خفیہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ نازک اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کر دینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتا ہے، لہٰذا کسی بھی خطرناک جذباتی صورتحال سے بچنے کے لیے اس کارروائی کو خفیہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ امت کو جو والہانہ عشق ہے، اس کو زبان وقلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس خفیہ بحث کا فیصلہ کھلا تھا اور اس فیصلے سے ملت اسلامیہ آج تک مطمئن ہے۔‘‘

(قومی اسمبلی کے سابق اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان سے اختر کاشمیری صاحب کا انٹرویو، روزنامہ ’’جنگ‘‘ جمعہ میگزین 3 تا 9 ستمبر 1982ء)

قادیانی کہتے ہیں یہ ایک یکطرفہ فیصلہ تھا۔ یہ بات لاعلمی اور تعصب پر مبنی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جمہوری نظام حکومت میں کوئی بھی اہم فیصلہ ہمیشہ اکثریتی رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ لیکن قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیے جانے کا فیصلہ شاید دنیا کا واحد اور منفرد واقعہ ہے کہ حکومت نے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو پارلیمنٹ میں آ کر اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے بلایا۔ جہاں اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے اس پر، قادیانی کفریہ عقائد کے حوالہ سے جرح کی۔ مرزا ناصر نے اپنے تمام عقائد ونظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ لہٰذا ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے 13 دن کی طویل بحث وتمحیص کے بعد آئین میں ترمیم کرتے ہوئے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا لیکن قادیانیوں نے حکومت کے اس فیصلہ کو آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ الٹا وہ مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور انھیں سرکاری مسلمان ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ وہ خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ اس وقت اراکین اسمبلی کی اکثریت زانی اور شرابی تھی۔ انھیں کوئی حق حاصل نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کرتے۔ قادیانیوں سے پوچھنا چاہیے کہ انہوں نے اس وقت اسمبلی کا بائیکاٹ کیوں نہ کیا؟ کیا انہیں وہاں زبردستی لے جایا گیا تھا؟ حالانکہ وہ تو وہاں گئے ہی اس لیے تھے کہ قومی اسمبلی جو بھی فیصلہ کرے گی، ہمیں قبول ہوگا۔ عجیب بات ہے کہ اگر قادیانیوں کو پارلیمنٹ غیرمسلم اقلیت قرار دے تو وہ زانی اور شرابی، اگر سپریم کورٹ انہیں کافر قرار دے تو یہ کہنا کہ یہ تو انگریزی قانون پڑھے ہوئے ہیں، انھیں شریعت کا کیا علم؟ اور اگر علمائے کرام انہیں غیرمسلم کہیں تو یہ اعتراض کہ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 20 کے تحت ہر شہری کو مذہبی طور پر آزادی اظہار ہے۔ آپ کسی پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں نئے حالات کے مطابق تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اس میں سے کئی آیات خارج کر دی گئی ہیں اور کئی آیات شامل کر دی گئی ہیں اور پھر وہ اس نئے قرآن کی تبلیغ وتشہیر بھی کرے تو کیا اس شخص پر پابندی لگنی چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ یہ کہے کہ مجھے آئین کے تحت آزادی اظہار ہے تو کیا اسے یہ اجازت دینی چاہیے؟ پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ہر شخص کو کاروبار کی مکمل آزادی ہے مگر ہیروئن اور منشیات وغیرہ فروخت کرنا سختی سے منع ہے۔ کیا یہ آزادی پر پابندی ہے؟ آزادی چند حدود و قیود کے تابع ہوا کرتی ہے۔ آپ اپنا ہاتھ ہلانے میں آزاد ہیں، جب اور جس طرح چاہیں، اسے ہلا سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کے ہاتھ ہلانے سے کسی دوسرے کا چہرہ زخمی ہوتا ہے تو پھر اس کی آزادی کہاں گئی؟ لہٰذا آزادی ایک حد تک ہے۔ آزادی بے لگام یا شتر بے مہار ہو جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود قادیانی مسلسل شعائر اسلامی استعمال کرتے ہیں۔ غیرمسلم ہونے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نبی اور رسول، مرزا کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے دوستوں کو صحابہ کرام، قادیان کو مکہ مکرمہ، ربوہ کو مدینہ، مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث مبارکہ، مرزا قادیانی پر اترنے والی نام نہاد وحی کو قرآن مجید، محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ 26 اپریل 1984ء کو حکومت نے مسلمانوں کے پُرزور مطالبہ پر ایک آرڈیننس جاری کیا جس میں

قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا گیا۔ اس آرڈیننس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کر سکتا، شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ 3 سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ قادیانیوں نے اپنے خلیفہ مرزا طاہر کے حکم پر آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پورے ملک میں شعائر اسلامی کی توہین کی اور آرڈیننس کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کے اکثر شہروں میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوئی۔ قادیانی قیادت نے اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ: ”قادیانیوں پر پابندی بالکل درست ہے۔“

اس کے بعد قادیانیوں نے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں چیلنج کیا، یہاں پر بھی عدالتوں نے دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ آرڈیننس بالکل قانون کے مطابق ہے۔ قادیانیوں کو آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلامی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ آخر میں قادیانیوں نے ان تمام فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں آئین کے مطابق آزادی کا حق حاصل ہے، لیکن ہمیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کو کالعدم قرار دے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں طرف سے دلائل دیے گئے۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے متنازعہ ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ اس کے بعد سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار (SCMR 17181993) میں قرار دیا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ اپنے مذہب ہی کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ سزا اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے استاد نہیں

مرزائی مسلمانوں سے الگ اقلیت ہیں

صبا کے دوشِ نازک پر خبر آئی بحمداللہ!
جداگانہ اقلیت ہیں مرزائی بحمداللہ!

پڑی ہے کھلبلی ربوہ کے ایوانِ خلافت میں
بہشتی مقبرے پر برق لہرائی بحمداللہ!

حکیم شرقؒ کی اک آرزو پوری ہوئی آخر
مراد اسلام کے بیٹوں کی بر آئی بحمداللہ!

علم لہرائے گا ہر آن توحید و رسالت کا
مسلماں لے رہے ہیں پھر سے انگڑائی بحمداللہ!

فضا میں اڑ رہی ہیں دھجیاں ظلّی نبوت کی
اکٹھے ہوئے اک صف میں بطحائی بحمداللہ!

قدم بڑھتے چلے جاتے ہیں یارانِ سرِ پل کے
یہی ہے ملتِ بیضا کی گیرائی بحمداللہ!

نبوت قادیاں کی سرزمیں میں؟ توبہ توبہ کر
نتیجہ کیا ہے؟ اس ٹولے کا...... پسپائی بحمداللہ!

زمانہ ہوگیا' ناقابل تسخیر و طاعت ہے
غلامانِ پیمبر ﷺ کی توانائی بحمداللہ!

نبی ﷺ کے نام کا ڈنکا بجے گا ہر کہیں شورشؔ
خدا کے دشمنوں کی ہوگی رسوائی بحمداللہ!

آغا شورش کاشمیریؒ

تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان کا یہ بھی کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کے حقوق یا آزادی ہی سلب ہوتی ہے۔

سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ میں لکھا: ''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (''صحیح بخاری'' ''کتاب الایمان'' ''باب حب الرسول من الایمان'')

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟ ''ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' (یعنی رسوائے زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی جس نے شیطانی آیات نامی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے حد توہین کی) تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقض امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔'' (ظہیر الدین بنام سرکار1993ء SCMR 1718)

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں مزید لکھا: ''ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب وخطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پُرامن طور پر مناتے ہیں۔'' (ظہیر الدین بنام سرکار 1993ء 1718 SCMR)

افسوس ہے کہ قادیانی آئین میں دی گئی اپنی حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں اور سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اس صورتحال میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند بنائے تاکہ ملک بھر میں کہیں بھی لا اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا نہ ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ قانون پر عمل درآمد ہی اصل قانون ہے۔☆☆

خراجِ تحسین

ہم ان ہزاروں شہداء ختم نبوت کو جنھوں نے سرکار دوعالمؐ رحمت للعالمین، محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے لئے اپنی قیمتی جانوں کا تحفہ پیش کیا، دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین اور ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں:

سلام ان پر جو ختم نبوت کے تھے شیدائی
سلام ان پر کہ جن کی جراَتِ رندانہ کام آئی

سلام ان پر جنھوں نے مشعلیں حق کی جلائیں تھیں
سلام ان پر جنھوں نے گولیاں سینوں پہ کھائیں تھیں

سلام ان پر کہ جن کی غیرت ایمان تھی زندہ
سلام ان پر قیامت تک ہے جن کا نام پائندہ

فتنۂ قادیانیت.....عقائد ونظریات

دوسری قسط

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

مرزا صاحب کی شخصیت:

اپنی جوانی کے زمانے میں مرزا صاحب صرع اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔کبھی کبھی وہ ہسٹریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہوجایا کرتے تھے۔انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریوں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں ایک دلیل بنا کر گھڑلیا۔انہوں نے لکھا:

”دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی، تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔“ (ارشاد مرزا غلام احمد، مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان، ماہ جون ۱۹۰۶ء)

”مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے، مثلاً ق اور ک کو۔بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے، مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔“

(الفضل مورخہ ۱۴رستمبر ۱۹۳۸ء)

ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے۔ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی، بڑے وجیہہ انسان تھے۔سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں بہشتی مقبرے کے قریب بیٹھے رہتے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے:

”مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔اصل میں آمدنی کم تھی۔بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کردیا۔اس لئے یہ دکان کھول لی ہے۔آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں۔آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔یہ باتیں میں نے آپ کی خیرخواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں۔“

(تقریر مرزا بشیرالدین محمود، جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء مطبوعہ الفضل، ۱۷/اپریل ۱۹۴۶ء)

مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا ایک خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے، کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی، مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا پھسپھسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطیٰ کی تحریروں کی طرح تھی۔وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش

> **مرزا غلام احمد نے ابتدا میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز، ختم نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزلِ مقصود تک بڑھتے چلے گئے**

گوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے:

قادیانیت کا گہرا مطالعہ کرنے والے فاضلین نے مرزا صاحب کے دعووں کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱:.... پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔ اس دور میں مرزا صاحب نے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ انہیں ایک مقامی مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ ایک ایسا مبلغ جو شمالی پنجاب میں عیسائی مشنریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سماجی وِدّوانوں سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲:.... دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے اہم کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تجدید دین کا یہ منصب انہیں مثیل مسیحا کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔ مثیل مسیحا ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳:.... ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دور وہ ہے جس میں انہوں نے مسیح موعود یا ظلّی نبی ہونے کا دعویٰ کیا، یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ہو۔

۴:.... ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور وہ ہے جس میں انہوں نے دعوائے نبوت کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الجھے ہوئے اور اتنے متنوع ہیں کہ الجھاوؤں کے اس ڈھیر کو سائنسی اور دانشورانہ تحریروں کے قالب میں ڈھالنا انتہائی مشکل کام ہے۔ دعوے بسا اوقات باہم دگر ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، تاہم ان کی تحریروں کا مفصل جائزہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ان کے دعووں کو مختصراً مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں:

۱:.... نبوت کا دعویٰ۔

۲:.... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کا دعویٰ۔

۳:.... تمام انبیاء کرام سے برتری کا دعویٰ۔

۴:.... مسیح موعود ہونے کا دعویٰ۔

۵:.... ناسخ جہاد ہونے کا دعویٰ۔

اس مختصر سے مضمون میں ہمارے لئے ان تمام دعووں کا مفصل جائزہ اور محاکمہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا یہاں ہم اپنے آپ کو نبوت کے دعووں کے جائزے تک محدود رکھتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کا دعوائے نبوت:

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں مرزا غلام احمد نے ابتدا میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز ختم نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزل مقصود تک بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور کئی متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بالآخر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں ہم ان کے لاتعداد شذرات میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں اور کس کس انداز سے کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اپنے آپ کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں، آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں یہ تو چوڑھے چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیش گوئیاں ہوں.... ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہیں ہونا چاہئے۔“

(حقیقت النبوۃ: مرزا بشیر الدین محمود، اقتباس از اخبار بدر قادیان، مورخہ ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

”مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی ایک تالیف ”حقیقت النبوۃ“ میں مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں نہایت صریح اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ شریعت اسلام کے مطابق لفظ نبی کی جو تشریحات کی گئی ہیں، ان کی روشنی میں حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) حقیقی نبی ہیں نہ کہ محض اصطلاحی۔“ (حقیقت النبوۃ مرزا بشیر الدین محمود، ص:۱۴۷)

زندگی کے دوسرے دور میں بھی جب مرزا

صاحب نے اپنے دعوؤں کو مجددیت تک محدود رکھا۔ ان کی تحریروں میں مستقبل کے دعوؤں کی کچھ کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ازالۂ اوہام میں وہ لکھتے ہیں:

’’مسیح موعود جو آنے والا ہے، اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا، یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامّہ کاملہ مراد نہیں، کیونکہ نبوت تامّہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔‘‘ (ازالۂ اوہام از مرزا غلام احمد، ص:۱۰۷)

بعض دیگر پیراگراف بھی ان کی کتابوں میں ملتے ہیں جو ان کے دعوؤں کے دوسرے ارتقائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کا بڑا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مجدد ہیں یا مثیل مسیح ہیں لیکن آئندہ آنے والے مزید دعاوی کی ابتدا ان میں بخوبی نظر آتی ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

’’اور مصنف (مرزا غلام احمد قادیانی) کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت (دین کی تجدید کرنے والا) ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہ شدت مناسبت ومشابہت ہے۔‘‘

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، ج:اول)

اسی طرح مثیل مسیح ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں، بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے، جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔‘‘ (اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ تبلیغ رسالت، ج:۲، ص:۲۱، مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مثیل مسیح سے ترقی کرکے وہ مسیح موعود بن گئے اور انہوں نے اپنے دل میں یقین کرلیا کہ پہلے وہ اپنے مقام ومرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے، وہ لکھتے ہیں:

’’مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے، تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا ہے۔‘‘

(کشتیٔ نوح، از مرزا غلام احمد قادیانی، ص:۴۷)

’’اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنادیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا اور جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک نافہمی سے ہے۔‘‘

(کشتیٔ نوح، از مرزا غلام احمد قادیانی، ص:۴۸)

مرزا صاحب نے صرف تمثیل مسیح اور مسیح موعود بننے پر اکتفانہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو مریم بھی پایا، کشتیٔ نوح ہی میں وہ رقمطراز ہیں:

’’سوچوں کہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہوجائے گی، گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیسا براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر.... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زائد نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصے چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اسی طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا، اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرِ خفی کی مجھے خبر نہ دی۔‘‘ (کشتیٔ نوح، از مرزا غلام احمد قادیانی، ص:۴۶)

بعض اوقات قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا استعاراتی رنگ میں نبی تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز یعنی عکس تھے۔ جہاں تک بروزی نبوت کا تعلق ہے ایک کامل، مکمل اور حقیقی نبوت اور بروزی نبوت میں کوئی تفاوت نہیں۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بروزی نبی تھے۔ (استغفر اللہ!) اور وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بروز تھے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں ایک مقام (ص:۹۷) پر انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا ہے:

’’کیا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز (عکس) ہونے کی بنا پر نبی نہیں تھے؟‘‘

ختم نبوت سے صریحی انکار:

ختم نبوت سے صریحی انکار کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی عجیب وغریب دلیلیں لاتے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں:

”محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بکلی بند نہیں ہوا، کیونکہ بابِ نزول جبرئیل بہ پیرایۂ وحیٔ الٰہی بند نہیں ہوا۔“ (تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸، ج:۱۲، اگست ۱۹۱۷ء)

”اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجۂ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے۔ نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے۔“ (چشمۂ مسیحی، مرزا غلام احمد قادیانی، ص:۴۱)

”ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو ”احسان“ کا سوادِ اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے۔“ (اخبار الفضل قادیان، ج:۲۷، نمبر ۲۱۸، ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

”اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزّوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کا نام اسی لیے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہلِ عقل کے نزدیک بے دلیل ہے۔“ (ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقت الوحی، ص:۱۶)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے سلسلے میں اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لئے نہایت گستاخانہ انداز بھی اختیار کیا ہے جو اہانت رسول سے کم نہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

”وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی و قیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۱۳۹، از مرزا غلام احمد قادیانی)

”اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ بابِ نبوت کے بکلّی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے.... کہ مان لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا فیضان ناقص اور آپ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر چل کر انسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات نہیں پاسکتا.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیضِ نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک) اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی مردود ہے۔“ (حقیقت النبوۃ، ص:۱۸۶، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

”اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔“ (انوارِ خلافت از مرزا بشیر الدین محمود، ص:۶۵)

”اگر کوئی شخص مخلّی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا.... روزِ روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، رزتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ غیر نبی کا غیر نبی رہے۔“ (حقیقت النبوت، مرزا بشیر الدین محمود، ص:۱۹۸)

(جاری ہے)

دردمندانہ پیغام

از: امیر ملت حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہم

حَامِداً وَ مُصَلِّیاً وَ مُسَلِّماً، اَمَّا بَعْدُ!

’’مواعظِ ختم نبوت‘‘ کی اشاعت کے اس باسعادت موقع پر تمام فرزندانِ توحید کو عموماً اور وابستگانِ مسلکِ دیو بند کو خصوصاً یہ پیغام دینا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میرے اس پیغام کو اپنے دل کی آواز اور حمیت دینی وغیرت ایمانی کا تقاضا سمجھتے ہوئے روبہ عمل لانے کی مکمل کوشش فرمائیں گے۔ اس وقت امت مسلمہ کئی جہات سے اور بالخصوص دینی وایمانی اعتبار سے بہت ہی صبر آزما اور پریشان کن حالات سے گزر رہی ہے، جگہ جگہ سے کفر وارتداد کی خبریں آرہی ہیں، مذہب اسلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت پر حملے کیے جارہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اعدائے دین اور دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو بگاڑنے کے لئے منصوبہ بندی تیار کرلی ہے۔ ویسے یہ دور پُرآشوب قربِ قیامت کا دور ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق نت نئے فتنے پیدا ہوتے رہیں گے، مگر ہماری یہ دینی اور منصبی ذمہ داری ہے کہ خیرالادیان اور خیرامت کی حفاظت کے لئے مکمل طور پر کمربستہ ہوجائیں۔ ہر زمانے میں باطل کا مقابلہ علمائے حق اور خداترس بندوں ہی نے کیا ہے، جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں، الحمدللہ! ہمارا تعلق اور ہماری نسبت مسلک دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ سے ہے، دین اسلام کی حفاظت کے تئیں ہمارا ایک باحمیت وشاندار ماضی ہے، ہمارے اکابر واسلاف نے نامساعدونا موافق حالات میں بھی ہر باطل کے خلاف پورے جذبۂ ایمانی اور حمیتِ دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سینہ سپر ہوکر کام کیا ہے اور اپنی ذمہ داری سے ذرہ برابر غفلت اور مداہنت نہیں برتی، جس کے نتیجے میں نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صاف ستھرا دین اپنی صحیح شکل وصورت میں محفوظ رہ سکا۔ اس عظیم طائفۂ منصورہ اور صالح جماعت سے ہمارا انتساب اور وابستگی خدائے پاک کا ہم پر احسانِ عظیم ہے، لہٰذا اس نسبت کا تقاضا ہے کہ ہم دورِ حاضر میں دن بہ دن رونما ہونے والے خطرناک فتنوں جیسے ’’قادیانیت‘‘، ’’شکیلیت‘‘، ’’فیاضیت‘‘، ’’غامدیت‘‘، ’’انجینئر مرزا‘‘ اور ’’گوہرشاہیت‘‘ وغیرہ کا بھرپور تعاقب کریں، جوانحاءِ عالم میں بھیس بدل بدل کر دینِ مصطفیٰ اور حریم ختم نبوت کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے گمراہ کن نظریات کو واشگاف کریں، ہماری نسبت ہمیں یہ آواز دے رہی ہے کہ ہم اپنے اندر جذبۂ صدیقی: ’’اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَ اَنَا حَیٌّ‘‘ کا مزاج پیدا کرتے ہوئے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اعذار وعوارض، مشاغل اور موانع حیاتِ مستعار کا لازمہ ہیں، اپنی دینی ودنیاوی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عقائد وایمان کی حفاظت اور فتنۂ ارتداد کے مقابلہ کے لئے مجتمع ہوجائیں۔ ہماری سردِ مہری خدانخواستہ ان رہزنانِ دین فتنوں کو ابھرنے کا موقع نہ دے، اس لئے کہ ایمان ہماری سب سے قیمتی متاع ہے جس پر کوئی سودا نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا عقائد صحیحہ کی ترویج واشاعت کو اپنی ذمہ داری اور دینی مصروفیت کا لازمی جز بنالیں، مکاتب ومدارس، مساجد ومجالس، اسی طرح اسکول وکالج، نیز خواتین کے اداروں اور گھروں میں مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں سب میں انفرادی واجتماعی طور پر عقائد کی تعلیم کو خوب عام کریں، ہر فردِ امت کو بیدار کریں، یہ وہ نازک وقت ہے کہ ہم نصرت خداوندی کا سہارا لیتے ہوئے انابت الی اللہ اور کامل توکل کے ساتھ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو زندہ کریں۔ ہمارے لئے معاش اصل نہیں ہے، تنگیٔ معاش کا گلا ہمیں زیب نہیں دیتا، آج اگر ہم خاموش بیٹھ گئے اور ارتداد کا سیلاب بڑھتا چلا گیا تو اسلامی تاریخ ہمیں کبھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرے گی اور ہم آخرت کی جواب دہی سے بھی خود کو بچانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ یہ میرا دردمندانہ پیغام ہے جو میرے دل کی آواز ہے، امید ہے کہ آپ حضرات عالم اسلام کے جس خطے کے بھی رہنے والے ہوں، میرے ان کلمات کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور میری اس آواز کو ہر فردِ امت تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

فقط والسلام: ابوالقاسم نعمانی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳؍جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ، مطابق: ۶؍جنوری ۲۰۲۳ء

7 ستمبر

یومِ تجدیدِ عہد

پاکستان نیشنل اسمبلی کا جرأت مندانہ فیصلہ

قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں

7 ستمبر 1974ء کا عظیم الشان دن ہمیں
خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ سے عشق و وفا کی یاد دلاتا ہے
جس دن مسلمانوں کی 90 سالہ محنت رنگ لائی
گلشن محمدی میں بہار آئی
قادیانیت کے ظلمت کدہ پر مزید خزاں چھائی

- قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ پوری قوم کا فیصلہ ہے
  سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو
- عقیدۂ ختم نبوت امتِ مسلمہ کی وحدت کا راز مضمر ہے
- ختم نبوت اسلام کی اساس ہے
- ختم نبوت قرآن کریم کی روح ہے
- ختم نبوت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و آبرو ہے

آیئے
آج پھر ہم اللہ رب العزت سے
عہد و پیمان کرتے ہیں کہ
آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس
اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور
وطن عزیز پاکستان کی حفاظت
میں کسی قسم کی قربانی سے
دریغ نہیں کریں گے

اللہ تعالیٰ اسلامیانِ وطن میں سے ہر اس مسلمان کی قبر کو نور سے منور فرمائے جس نے اس مشن میں اپنا کردار ادا کیا۔ آمین